دینِ ابراہیم

از جناب قمر بہرامی صاحب

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے دینِ حق کو منسوب کرنے کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں باستثناء حضور آپ ہی کو مکمل دین دیا گیا تھا، یا یہ ہو سکتی ہے کہ باشندگانِ عرب کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ یہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ یہ تمہارا آبائی دین ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی جا رہی ہے چنانچہ مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ سے بھی پتہ چلتا ہے، ممکن ہے اس کی اور کوئی وجہ بھی ہو۔ دراصل یہ ہمارا موضوع نہیں ہے کہ ہم اس حقیقت کی چھان بین کر کے بتائیں کہ اس نسبت کی اصل وجہ کیا ہے، ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں دینِ ابراہیم کیا تھا اور کیا نہیں تھا، البتہ اس سلسلہ میں اس حقیقت کے اظہار کی یہاں ضرورت ہے کہ دینِ ابراہیم سے مراد کونسا دین ہے، چونکہ اسی دین کو اختیار کرنے کی ہم کو تاکید کی گئی ہے، یوں تو قرآن، اسوۂ ابراہیم کو تفصیل سے بیان کرتا ہے جس کو اگر جمع کیا جائے تو ایک کتابی شکل اختیار کر لے، ہمیں تو صرف ایک مختصر سا مضمون لکھنا اور یہ بتانا ہے کہ دینِ ابراہیم کی بنیاد کیا ہے۔

قرآنِ عظیم کی تلاوت سے پتہ چلتا ہے کہ بزمانہ بعثت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بت پرستی، ستارہ پرستی، شاہ پرستی جاری تھی، بموجب ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی بچپن ہی میں بھی نبی ہوتا ہے، آپ فطرتاً حق و باطل میں امتیاز کرنے کی صلاحیت لیکر پیدا ہوئے تھے، جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی اور شعور پیدا ہوتا گیا آپ کی فکر و نظر بھی بتدریج بدلتی گئی اور انقلاب آتا گیا، چنانچہ ذیل کا واقعہ اس حقیقت کا ایک کھلا ہوا آئینہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ سے مِنَ الْمُشْرِكِينَ تک۔

(ترجمہ):- ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم نے ان بتوں کو اپنے معبود بنا لیا ہے (جو بول بھی نہیں سکتے) میں تم کو اور تمہاری قوم کو (اسی وجہ سے) کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا سمجھتا ہوں، کیونکہ ہم نے (اللہ نے) اس سلسلہ میں ابراہیم کو زمین اور آسمانوں پر پھیلی ہوئی حقیقی بادشاہت کو دکھایا تھا، تاکہ (ہماری وسعتِ قدرت پر) یقین لانے والوں میں شامل ہو جائے، چنانچہ جب وہ (صاحبِ شعور ہوا) ایک روز غور و فکر کرنے کے دوران جبکہ رات نے اس کو ڈھانک لیا تھا، اس نے اس تارے کو دیکھا (جس کی پرستش ہوتی تھی) اور کہا کہ یہ میرا رب ہے اور اس کی حقیقت پر غور کرتا رہا حتیٰ کہ جب وہ غروب ہو گیا (روزانہ اسی طرح ہوتا ہوا دیکھ کے) اس کو کسی کا تابع فرمان سمجھنے پر مجبور ہوا اور کہا میں اس طرح غروب ہونے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

پھر ان کی نظر (اپنے دوسرے الٰہ) قمر پر پڑی اور کہا یہ میرا رب ہے اور اس پر غور کرنے کے بعد، جب وہ غروب ہو گیا تو (یہ کہنے پر مجبور ہو کر) اے میرے حقیقی رب (غالباً اس وقت تک متعین نہ ہو سکا تھا) اور اگر تو میری صحیح رہبری نہ کرے تو ضرور میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ پھر اس کے بعد اس کی نظر روشن سورج پر پڑی (جو الٰہ کہلاتا تھا) تو کہنے لگا یہ میرا رب ہے جو بہت بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو (اس میں بھی یہی کمزوری پا کر) کہنے لگا کہ اے میری قوم (یہ سب جو تیرے الٰہ ہیں کسی کے تابع فرمان ہیں)

پس میں تمہاری شرک انگیزیوں سے بری ہوں، پس میں متوجہ ہوتا ہوں یکسوئی کے ساتھ اس کی طرف جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں (الانعام رکوع ۹)

نمبر۲ مندرجہ صدر حقیقت جس کو قرآن عظیم نے بیان کیا ہے، بتا رہی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا شعور بتدریج بیدار ہوتا رہا، اور یکے بعد دیگرے ساری باطل الوہیتوں کا انکار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے رب واحد ہی کو اپنا حقیقی رب تسلیم کر لیا، اور منصب رسالت سے نوازے گئے اور آپ نے اسی بنا پر دعوتی کام کا بھی آغاز کر دیا۔ آپ کا دعوتی کام کن خطوط پر جاری ہوا، اور اس کے خدوخال کیا تھے، ذیل کے دلائل سے آپ پر واضح ہوگا۔ اسی مثل سے یَوْمَ الدِّیْنِ تک۔

ترجمہ:۔ (اے مخاطب) ان سے ابراہیم کا قصہ بیان کر جبکہ انھوں نے اپنے باپ اور قوم سے کہا تھا کہ تم کس کی معبودیت کو مانتے ہو، تو انھوں نے کہا کہ ہم نے بتوں کی عبدیت کو قبول کر لیا ہے اور انھیں کے معتقد ہیں تو (ابراہیم نے کہا) کیا وہ سنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو، اور کیا وہ تمہیں نفع یا ضرر پہنچا سکتے ہیں تو (قوم نے) کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے (اس لیے ہم بھی کرتے ہیں) تو ابراہیم نے کہا دیکھو تم اور تمہارے آباء نے جن معبودوں کو مان لیا ہے سوائے حقیقی رب کے سب میرے دشمن ہیں، وہ رب جس نے مجھے پیدا کیا اور سیدھی صحیح رہبری فرمائی اور وہ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور وہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا عطا کرتا ہے اور وہ جو مجھے موت دے گا اور پھر (بروز قیامت) مجھے زندہ کرے گا، اور وہ جس سے مجھے بروز قیامت بخشش کی امید ہے (الشعراء رکوع ۵)

نمبر۳ :۔ مندرجہ صدر مکالمۂ ابراہیمی سے حسب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) اندھی تقلید آبائی سے انکار جس کی کوئی بنیاد نہ ہو۔

(۲) سوائے رب العالمین کی الوہیت کے تمام باطل الوہیتوں کا انکار جو اس کے شریک مانے جاتے ہوں

(۳) الوہیت رب العالمین کا اقرار مشروط بہ امور ذیل۔

(الف) یہ یقین کہ اللہ ہی پیدا کرنے اور صحیح رہبری فرمانے کا ذمہ دار ہے۔

(ب) یہ یقین کہ کھلانے پلانے کا ذمہ دار ہے۔

(ج) یہ یقین کہ خدا ہی امراض و ابتلا میں شفا دینے اور صحت عطا کرنے کا ذمہ دار ہے

(د) یہ یقین کہ اللہ ہی موت دینے یا زندگی بخشنے کا ذمہ دار ہے۔

(ہ) یہ یقین کہ اللہ ایک مقررہ دن یعنی روز قیامت پر انسان کو پھر سے زندہ کر کے حساب کرے گا۔

(ی) یہ یقین کہ بخشش کا اختیار بلا کسی تاویل و استثنا کے صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔

نمبر۴ اس سلسلہ میں اگر ہم باطل الوہیتوں کی مزید توضیح کر دیں تو کوئی حرج نہ ہوگا، بلکہ اس سے یہ ہوگا کہ اس کے مبہم گوشے ابھر کر نمایاں ہو جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ ۔ سے اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ تک

ترجمہ:۔ اللہ ہی مومنوں کا سرپرست ہے، جو انھیں کفر و شرک کی اندھیاریوں سے نکال کے (ہدایت) کے نور کی طرف لیجاتا ہے اور جو لوگ کفر کرنے والے ہیں ان کے سرپرست طاغوت ہیں جو (ہدایت کے) نور سے نکال کر (کفر و شرک کی) اندھیاریوں کی طرف لیجائیں گے، یہی لوگ اصحاب نار ہیں جنہیں وہ ہمیشہ رہیں گے (اے مخاطب) کیا تیری نظر اس (طاغوت) کی طرف نہیں گئی جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں تجارلہ کیا تھا (اس بنا پر کہ) اللہ نے اس کو ملک دیا تھا جبکہ ابراہیم نے کہا میرا رب زندگی بخشنے اور موت دینے کا اختیار رکھتا ہے، تو اس (طاغوت) نے کہا میں بھی زندگی بخشنے اور موت دینے کا اختیار رکھتا ہوں، تو ابراہیم نے کہا بلا کسی شک کے میرا رب مشرق سے سورج کو لاتا ہے، پس تو مغرب کی طرف سے لا۔ تو وہ (طاغوت) جس نے انکار کیا تھا مبہوت ہو گیا (اور کوئی جواب نہ دے سکا) دراصل ظالم قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا (البقرہ رکوع ۳۰)

نمبر۵ بس یہی رسالت پر آپ کی دعوت کا شاندار محل تیار ہوا البتہ آپ کو اس سلسلہ میں سخت مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا ملاحظہ ہو

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا ۔ سے الاخسرین تک

ترجمہ :- بلاشبہ ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو (استثنائی) شعور دیا تھا اور ہم (اس کی دعوت کو بھی) جانتے ہیں جبکہ اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیاں کیا حقیقت رکھتی ہیں جبکہ تم اس کے معتقد ہو، تو جواب ملتا تھا کہ (بس اس کی حقیقت اسقدر ہے کہ) ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت میں مصروف پایا ہے تو (ابراہیم نے کہا) بلاشک تم گمراہ ہو اور تمہارے آباء بھی گمراہی میں تھے، تو قوم نے کہا کیا تو ہم سے مذاق کر رہا ہے یا یہ کہ تو اپنے ساتھ کوئی حق بھی لایا ہے تو ابراہیم نے کہا ہاں تمہارا حقیقی رب وہ ہے جو زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنیوالا ہے، اور اس حقیقت کی شہادت دینے والوں میں میرا شمار بھی ہے (پھر آپ نے اپنے دل میں کہا) اللہ کی قسم میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور ان مورتیوں کو توڑنے کی تدبیر کروں گا، پھر آپ نے صرف ایک بڑے بت کو چھوڑ کر سب بتوں کو توڑ دیا (اور یہ تدبیر آپ نے اس لیئے اختیار کی کہ) قوم اس (بڑے بت) کی طرف رجوع کرے، قوم نے (جب اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا) تو کہنے لگی ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے ایسی حرکت کی ہے وہ ضرور ظالم ہو (تو حاضرین میں سے) بعضوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے ان بتوں کا تذکرہ کرتے سنا تھا تو (اکابرین) قوم نے کہا اس کو عوام کے سامنے لے آؤ تا کہ اس کی گواہی دے سکیں (پس آپ لائے گئے) تو قوم نے آپ سے دریافت کیا اور کہا کہ اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے تو آپ نے فرمایا بلکہ اس بڑے بت نے کیا ہے، اگر یہ بت بات کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو ان سے پوچھو (دراصل ان بے بس بتوں کی حقیقت کو بتانا آپ کا مقصود تھا) پس (آپ کے اس جواب سے) وہ اپنے نفسوں کی طرف متوجہ ہو کر (اپنے دلوں میں کہنے لگے) بیشک تم ظالم ہو (جو ان بے بس بتوں کی پرستش کرتے ہو) مگر (شیطان نے پھر بہکایا اور) انکو سروں کے بل لوٹایا، انھوں نے ابراہیم سے کہا تو جانتا ہے کہ یہ بت بات نہیں کر سکتے، تو آپ نے فرمایا تم کیوں اپنے حقیقی رب کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہو جو فی الحقیقت تم کو نفع یا ضرر پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، تف ہے تم پر کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہو کیا تم (اب بھی) عقل سے کام لینے کے لئے تیار نہیں ہو، تو (اکابرین قوم نے بجائے اس کے کہ اس پر غور کرتے) اپنی قوم سے کہا، اگر تم اپنے معبودوں کی مدد کرنا چاہتے ہو تو ضرور اس ابراہیم کو جلا ڈالو (چنانچہ ایک بڑا مشتعل الاؤ تیار کیا گیا کہ آپ کو اس میں کسی خاص ذریعہ سے پھینکا گیا، یوں ہی آگ میں وہ گرے) ہم نے (یعنی اللہ فرماتے ہیں) کہا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو کر ابراہیم کی سلامتی کی ذمہ دار ہو جا، انھوں نے یہ تدبیریں کی تھیں، اس (ابراہیم) کے ساتھ، مگر ہم نے انھیں کو خسارے میں ڈالدیا (اور ابراہیم کو آگ سے بچا لیا) پھر اس کو اور لوط کو (جو آپ کے بھتیجے تھے) ایک ایسی زمین کی طرف لے گئے جو تمام دنیا کے لیئے مبارک بنا دی گئی تھی (الانبیاء رکوع ۵)

ف :- یوں تو آپ کی دعوت و تبلیغ کے راستے میں چھوٹی موٹی بے شمار رکاوٹیں پیدا ہوئی ہوں گی مگر مندرجہ صدر بیان کے دیکھنے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے صرف ایک ہی واقعہ کو نقل کر کے جو سانحۂ عظیم کی حیثیت رکھتا ہے اس حقیقت کو واشگاف فرمایا ہے کہ داعیِ حق کو ایسے جانکاہ حادثات سے بھی ضرور سابقہ پڑے گا جیسا کہ بالعموم دیکھا گیا ہے، ہر داعی کو مخالفین کی طرف سے پہلے تو لالچ دیکے روکنے کی کوشش کیجاتی ہے، جب اس تدبیر میں کامیابی کی صورت نظر نہ آئے دھمکیاں دیجانے لگتی ہیں، اور جب دھمکیاں بھی روکنے میں ناکام ہوں تو یہ دھمکیاں حقیقت بنکر سامنے آنے لگتی ہیں، گویا یہ ایک سخت امتحانی دور ہوتا ہے جس سے ایک مخلص داعی کو گذرنا پڑتا ہے اگر داعی لالچ کا شکار ہوجائے یا دھمکیوں میں آجائے تو لازماً دعوتی کام جہاں کا تہاں رہیگا، دراصل یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے جس سے انبیاء علیہ السلام مستثنیٰ ہیں۔ پس بہ لحاظ اس کے یہ امتحانی دور منصب رسالت کے تعلق سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر بھی آیا، اور گزر گیا، اس کے بعد آپ کو اس سے زیادہ سخت آزمائشی دور سے گزرنا پڑا، جو آپ کی فطری صلاحیت اطاعت اور جذبۂ قربانی سے متعلق ہے ملاحظہ ہو۔

وَقَالَ سے مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ تک ۔

ترجمہ :- اور ابراہیم نے کہا عنقریب میں جانے والا ہوں

(ہجرت کرکے) اپنے رب کی طرف اس سلسلہ میں اللہ میری رہبری کرے گا (اور یہ کہا کہ) مجھے (ولد) صالح عطا فرمایا جائے، (ہم نے اس کی عرض قبول کی) ایک صالح لڑکا ہونے کی بشارت دی (چنانچہ وہ لڑکا ہوا) اور جب لڑکا بڑا ہوکر اس قابل ہوا کہ اسکے ساتھ دوڑ سکے تو اس (ابراہیم) نے (اپنے بیٹے سے) کہا اے بیٹے میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ (کہ تجھے اللہ کی راہ میں) ذبح کررہا ہوں، (پس میں ایسا کرنا چاہتا ہوں) تیری کیا رائے ہے، تو بیٹے نے کہا اے باپ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے کرئے انشاءاللہ تو مجھے صبر کرنیوالوں میں پائے گا۔

جب وہ بیٹا مطیع ہوگیا اور باپ نے پیشانی کے بل (بغرض ذبح) پچھاڑ دیا تو ہم نے اس کو پکارا کہ اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم بھی اپنے مخلص بندوں کو ایسی ہی جزا دیں گے (جیسا کہ اس کا عمل رہا ہے) بے شک ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی (جس میں وہ کامیاب ہوگیا) ہم نے (اسماعیل کو بچا لیا) اور اس کے عوض ایک بڑی قربانی عطا کی، اور اس کے اس فعل کی یادگار کو پچھلوں میں قایم کرکے جاری کردیا گیا، سلامتی ہو ابراہیم پر ہم اپنے مخلص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں تھا (صافات رکوع ۱۳)

اس کے بعد اس سلسلہ میں ایک آخری بات رہ جاتی ہے جس کا بطور خاص آپ سے تعلق ہے۔ یعنی کعبہ کی تعمیر باریتعالی سے آپکی دعا اور باری تعالی کا جواب دعا ملاحظہ ہو۔

وَإِذِ ابْتَلَى سے ظَالِمِينَ تک۔

ترجمہ:۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند کلموں کے ذریعہ آزمایا اور وہ اس آزمایش میں کامیاب ہوگیا تو باریتعالے نے فرمایا (اے ابراہیم) میں تجھے انسانیت کا امام بنانیوالا ہوں (ابراہیم نے عرض کیا) اور میری ذریات کو بھی یہ مرتبہ دیا جائے گا (ارشاد ہوا تمہاری اولاد میں جو ظالم ہوگی اس کے لیے یہ میرا وعدہ نہیں ہے (البقر رکوع ۱۵)

ف یہ ہے حقیقت دین ابراہیم کی جس کا اتباع کرنیوالے بعض روایات کی رو سے دنیا میں (۷۰) کروڑ بستے ہیں، اگر آپ اس معیار کو سامنے رکھکر موجودہ اسلامی برادری کے اعمال کا جائزہ لیں تو آپ پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ اس دین کا اتباع کرنے والے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ ملت ابراہیم کا پورا پورا اتباع کریں۔ ملاحظہ ہو۔

إِذْ قَالَ سے الْعَالَمِينَ تک۔

ترجمہ:۔ اور کون ہے جو دین ابراہیم سے روگردانی کرے سوائے اس کے کہ اس کا نفس بیوقوف ہوگیا ہو، بلاشبہ ہم نے اس کو دنیا میں پسند کرلیا تھا، اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوگا، جبکہ اس کے رب نے اس کو حکم دیا کہ اطاعت کر تو اس نے بلا تامل کہا کہ میں رب العالمین کی اطاعت کرتا ہوں۔ (النحر رکوع ۲۲)

وَجَاهِدُوا سے النَّصِيرُ تک۔

ترجمہ:۔ (اے ایمان والو) اللہ کے معاملہ میں سخت کوشش کرو اس نے تم لوگوں کو منتخب کرلیا ہے، تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی گئی ہے، یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، زمانہ ما قبل میں بھی اور آج بھی تاکہ تمہارے رسول تم پر گواہ رہیں اور تم انسانیت پر گواہ کی حیثیت سے قایم رہو وہ تمہارا آقا ہے اور بہتر آقا اور بہت مددگار (الحج رکوع ۲)

مندرجہ صدر آیات کی تلاوت سے حسب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) دین ابراہیم یکسوئی کے ساتھ غیر مشروط بلا تامل خدا کی اطاعت کا نام ہے اور اسی دین کا دوسرا نام اسلام ہے۔

(۲) دین مذکور سے روگردانی بیوقوفی کی علامت ہے۔

(۳) اس دین کی سربلندی کے لیے مخلصانہ اور حتی جدوجہد کرنا اور حق کی شہادت دینا متبع دین مذکور کا نصب العین ہے۔

(۴) اس دین کا اتباع کرنے والے کا اعتقاد مادیات اور اسباب کی کارسازی و دستگیری پر نہ ہوگا بلکہ خدا کی سرپرستی اور اسکی امداد پر وہ مکمل بھروسہ کرے گا، اس کے یہ معنی ہرگز نہ ہوں گے کہ مادیات سے کوئی تعلق نہ ہوگا بلکہ سنت رسول اس کے آگے رہے گی۔

ف یہی روح دین ابراہیم یا حقیقی اسلام ہے چنانچہ آپ

جانتے ہیں کہ سیدنا ابراہیمؑ نے بکمال یکسوئی اللہ کی الوہیت کے آگے سر اطاعت خم کیا تھا، دین کی سربلندی کے لئے اپنی عزیز جان تک کی پرواہ نہ کی، آپ نے تابع حق ہو کر اپنی متاع عزیز یعنی اپنے بیٹے کو راہ حق میں اپنے ہاتھوں ذبح کیا، راہ حق میں اپنا عزیز تر وطن چھوڑ دیا، اور بلا خوف لومۃ لائم حق کا پیغام اپنے محترم باپ پھر سردار قوم پھر، وقت کے طاغوت کو دیا اور نقصان کی کوئی پرواہ نہ کی، الغرض یہی دین ابراہیم کے مطالبات ہیں باعتبار اس کے متبعان اسلام کے اعمال پر اگر آپ سطحی نظر بھی ڈال لیں تو آپ پر ظاہر ہوگا کہ دراصل یہ حقیقت افسانہ کا رنگ اختیار کر چکی ہے، ان کے ذہنوں پر تحقیق چھا گیا ہے، نادانی نے دماغ پر تسلط کر لیا ہے، ہوائے نفس کے تابع ہو چکے ہیں۔

ف۱ سیدنا ابراہیم نے باطل الوہیتوں سے انکار کر کے ان کو اپنا دشمن قرار دیا تھا لیکن آج ہم ہیں کہ ان سے محبت کرتے ہیں بتوں کی جگہ مزاروں کو اپنا کارساز تصور کرتے ہیں، ان سے دعائیں مانگتے، چراغ جلاتے، غلاف چڑھاتے، عطر ملتے ہیں، عود و اگر جلاتے ہیں، سجدے کرتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم نے اپنی زندگی کے ہر گوشہ کو پیش کر کے فرمایا تھا، کہ میری زندگی کا ہر گوشہ اسی کی اطاعت کا محتاج ہے اس کے سوا کسی میں ایسی صلاحیت نہیں کہ کر کہ وہ اس طرح اطاعت کر سکے، اور آپ کا یہ یقین تھا کہ جس طرح باری تعالیٰ میں خالقیت پائی جاتی ہے اسی طرح صحیح رہبری کی قوت بھی اسی میں ہے۔ مگر ہم اس کے خلاف یہ اعلان کرتے پھر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کو ایسا اختیار بخشا ہے کہ وہ ہر طرح کا نفع و ضرر پہنچا سکتے ہیں، دعائیں سنتے ہیں، نذریں قبول کرتے ہیں، دین داری بغیر بیعت پیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

دین ابراہیم بلا لحاظ لومۃ لائم دعوتی کام کے انجام دہی کا طالب ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خویش و اقرباء سے قطع تعلق کر لیا۔ سرداران قوم و بادشاہ وقت سے مخالفت مول لی، مگر ہم ہیں کہ شرح صدر کے ساتھ طاغوت کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، دنیا کی اندھی محبت نے ہمیں گمراہ کر دیا ہے۔

سیدنا ابراہیم نے اپنی ہر متاع عزیز کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تھا، یعنی وطن کو چھوڑا، جان کو خطرہ میں ڈال دیا، بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کیا، مگر ہم ہیں کہ اللہ کی راہ میں ایک خواہش نفس کو قربان کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہاں مفادات کے تحت یا خود ساختہ الوہیت کے باب میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور طاغوتوں کو دعوت کھلانے میں بہت ہی تحمیر نظر آتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ یہی وجہ ہے کہ کیتائی ہُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ کے ہم مصداق بن گئے، نکبت نے ہمیں گھیر لیا، افلاس کے ڈراونی سایوں نے ہم کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ مگر ہم ہیں کہ اب بھی شیطان کے فریب سے نکلنے کے لئے تیار نہیں، نفسانیت کے خوفناک اژدہے نے ہمیں اپنا لقمہ بنا لیا ہے، جس کا مہلک زہر رگ جان میں پہنچ کر اپنا کام کر رہا ہے، ہم گویا اپنی قبر آپ کھودنے میں مصروف ہیں۔